127277 - بہو بیمار ساس کی خدمت اور تیمار داری کرنے سے انکار کرتے ہوئے علیحدہ رہائش طلب کر رہی ہے

سوال

میں دو بچوں کی ماں ہوں، ایک بچے نے شادی کر کے علیحدہ فلیٹ میں رہائش اختیار کر لی تو میں اور میرا خاوند اس کے ساتھ والے فلیٹ میں رہنے لگے، دوسرے بچے کی شادی ہوئی تو وہ ہمارے ساتھ ہی فلیٹ میں رہنے لگا، میری دوسری بہو میرے خاوند کی بھتیجی ہے اور ہمارے اس بچی اور اس کی والدہ کے ساتھ بہت ہی اچھے تعلقات تھے، لیکن شادی کے کچھ عرصہ بعد ہی مجھے ریڑھ کی ہڈی میں تکلیف کی بنا ہلنے جلنے سے قاصر ہونا پڑا، اس لیے میں کوئی بھی کام کرنے سے قاصر ہو گئی.

تقریبا دو برس تک میری بہو ہمارے ساتھ رہی اور اچانک ہی گھر چھوڑ کر میکے چلی گئی اور علیحدہ گھر میں رہنے کا مطالبہ کرنے لگی، حالانکہ اس کا کوئی سبب بھی نہیں تھا، اور خاص کر میرے دو بچوں کے علاوہ اور کوئی اولاد بھی نہیں ہے، اور نہ ہی کوئی بیٹی ہے، میں اپنا اور اپنے خاوند کی دیکھ بھال تک نہیں کر سکتی، اور مجھ سے کوئی ایسا عمل بھی نہیں ہوا جو بہو کی ناراضگی کا سبب بن سکتا ہو، بلکہ میں نے اس سے اپنی بیٹی جیسا برتاؤ ہی کرتی رہی ہوں، اور اپنی اولاد کو چھوڑ نہیں سکتی، ایک دن کے لیے بھی ان کے بغیر نہیں رہ سکتی.

ہم نے اصلاح کی پوری کوشش کی تا کہ وہ واپس گھر آ جائے لیکن ان کا مطالبہ شدت اختیار کرتا گیا کہ علیحدہ گھر میں ہی رہیگی، وقتی طور پر یہ حل بھی پیش کیا کہ ہم ایک ماہ بڑے بچے کے ساتھ رہیں گے، حالانکہ بڑی بہو ملازمت بھی کرتی ہے، اور اس کے تین بچے بھی ہیں، اور اسی طرح ایک ماہ چھوٹی بہو کے ساتھ رہیں گے، چھوٹی بہو کا کوئی بچہ بھی نہیں ہے، بلکہ چھوٹی بہو والدین کا گھر قریب ہونے کی بنا پر صبح و شام اکثر اپنے والدین کے گھر ہی رہتی تھی.

ہم نے اس کی یہ کوتاہی بھی برداشت کی اور رضامندی ہی ظاہر کرتے رہے، اور اپنے بیٹے سے بھی اسے چھپا کر رکھا کہ کہیں مشکلات نہ کھڑی ہو جائیں، ہمارے لیے تو بہو اور اس کے گھر والوں کی جانب سے یہ مشکل کھڑی کرنا بہت بڑا صدمے کا باعث بن گیا ہے، کیونکہ اس کا کوئی سبب بھی نہیں، اور ہمارے تعلقات بھی بہت قوی تھے، اور پھر میں اپنے بیٹے کو چھوڑ بھی نہیں سکتی، میں اور خاوند نے چھوٹی بہو کے لیے گھر خالی کر دیا اور بڑے بیٹے کے پاس جا کر رہنے لگے گھر سے نکلی تو میں بلند آواز سے پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی، کیونکہ مجھے توقع نہ تھی کہ زندگی میں مجھے ایسا دن بھی دیکھنا پڑےگا.

اس کے بعد بہو کے والد نے لوگوں کی باتوں کی خاطر اور لوگوں سے بچنے کے لیے بہو کو اس شرط پر واپس لانے کی رضامندی ظاہر کی کہ ہم میں سے کوئی بھی اس کے گھر میں داخل نہیں ہوگا، اور نہ ہی بہو کے میکے کوئی جائیگا، اس طرح میری بہو سے محبت کراہت میں تبدیل ہو گئی اور میں اس کے لیے بد دعا کرنے لگی، اس حالت کو اب تقریبا دس ماہ ہو چکے ہیں، اور اس کے مقابلہ میں بہو کے میکے والوں کی جانب سے قطع رحمی بھی ہو رہی

ہے، میں بہت پریشان ہوں اور حرام کام میں پڑنے سے خوفزدہ ہوں، کہ کہیں یہ حرام نہ ہو، اور میں اپنے آپ پر کنٹرول بھی نہیں کر سکتی کہ اسے پسند کرنے لگوں، اس لیے آپ سے گزارش ہے کہ آپ ہمیں اس سلسلہ میں معلومات فراہم کریں، کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے تا کہ ہم حرام عمل میں نہ پڑ جائیں، اور اللہ کی ناراضگی سے بچ سکیں، اللہ تعالی آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے.

پسندیدہ جواب

الحمد للہ.

اول:

ہماری سائلہ بہن آپ یہ علم میں رکھیں کہ آپ کی بیوی کو علیحدہ اور مستقل گھر میں رہنے کا حق حاصل ہے، جس میں رہنے سہنے کی ساری ضروریات موجود ہوں، اور یہ رہائش خاوند کی وسعت و قدرت اور بیوی کی حالت کے مطابق ہوگی، یہ بیوی کے حقوق میں شامل ہے جس سے وہ دستبردار بھی ہو سکتی ہے تا کہ بہو اپنی ساس اور سسر کے ساتھ رہ سکے، اگر وہ دستبردار ہو جائے یا پھر خاوند نے شادی کرنے سے قبل ساس سسر کے ساتھ رہنے کی شرط رکھی اور بیوی نے قبول کر لی، یا پھر بیوی کو علم ہو کہ خاوند اپنے والدین کے ساتھ ہی رہےگا علیحدہ نہیں ہوگا اور بیوی نے اسی حالت میں شادی کرنا قبول کر لیا تو پھر وہ شادی کے بعد علیحدہ رہائش کا مطالبہ نہیں کر سکتی.

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

" جو شخص بیوی کے لیے شرط رکھے کہ وہ اسے اپنے والد کے گھر میں ہی رکھےگا اور بیوی نے خاموشی اختیار کر لی پھر بعد میں بیوی علیحدہ رہائش کا مطالبہ کرے اور خاوند ایسا کرنے سے عاجز ہو تو خاوند پر وہ چیز لازم نہیں کی جا سکتی جس سے وہ عاجز ہے، بلکہ اگر طاقت بھی ہو تو امام مالك کے ہاں بیوی کو ایسا مطالبہ کرنے کا حق نہیں، جس میں شرط نہیں رکھی اس میں امام احمد وغیرہ کا بھی ایك قول یہی ہے "

دیکھیں: الاختیارات (541).

دوم:

ہماری بہن آپ کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ آپ کی بہوؤں پر آپ یا آپ کے خاوند کی خدمت کرنا واجب نہیں، لیکن اگر وہ راضی خوشی کرتی ہیں تو پھر کوئی حرج نہیں، اور پھر خاوند کے بیوی کے حقوق میں شامل نہیں ہے کہ بیوی اپنی ساس اور سسر کی خدمت کرے، ان کے مابین جو شرعی عقد نکاح ہوا ہے اس کی بنا پر بیوی کے ذمہ خاوند کی

خدمت کرنا واجب ہے، اور خاوند سے پیدا ہونے والی اولاد کی تربیت اور دیکھ بھال کرنا فرض ہوگی.

لیکن خاوند کا اپنی بیوی کو والدین کی خدمت کرنے کا مکلف کرنا اور اس پر انہیں مجبور کرنا جائز نہیں ہے اور نہ ہی شریعت نے اسے واجب کیا ہے، لیکن اگر کوئی عورت اپنی راضی و خوشی سے اجروثواب حاصل کرنے اور خاوند کوخوش رکھنے کے لیے خدمت کرتی ہے تو کوئی حرج نہیں.

بیوی کی جانب سے ایسے مباح امور تلاش کرنا اور اعمال بجا لانا جس سے خاوند راضی ہوتا ہو یہ اس کی عقلمندی اور دینی متانت کی دلیل ہے، لیکن اگر کوئی ایسا نہ کرے تو کوئی حرج نہیں ہے.

مزید آپ سوال نمبر (120282) کے جواب کا مطالعہ کریں.

سوم:

اگرچہ کسی شرعی دلیل کے نہ ہونے کی بنا پر آپ کی بہو پر آپ کی خدمت اور دیکھ بھال کرنا واجب نہیں، لیکن اللہ سبحانہ و تعالی کا فرمان تو یہ ہے:

اور تم آپس میں ایك دوسرے کے فضل کو مت بھولو یقینا اللہ سبحانہ و تعالی جو تم عمل کر رہے ہو انہیں خوب دیکھنے والا ہے البقرۃ (237).

اور اللہ سبحانہ و تعالی کا یہ بھی فرمان ہے:

اور تم (ایك دوسرے کے ساتھ) احسان کرو، یقینا اللہ تعالی احسان کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے البقرۃ (195).

اہل مروت لوگوں میں تو یہ رواج بن چکا ہے اور خاص کر جب خاوند اور بیوی کا آپس میں پہلے سے ہی رشتہ دار ہوں جو کہ آپ میں موجود ہے، اور پھر اس کی اولاد بھی نہیں بلکہ بیوی سارا دن فارغ رہتی ہے، اور اس کو کوئی کام بھی نہیں.

لیکن آپ کے بچوں پر واجب ہے کہ وہ اس سلسلہ میں اپنی بیویوں کی معاونت کریں، اور اگر کسی ایك بہو پر بوجھ ہو تو دوسری بہو اس کی معاونت کرے، اس سلسلہ میں بھی آپ کے بیٹوں کو ان کی معاونت کرنا ہوگی، اور اگر وہ ملازمہ لا کر رکھنے کی استطاعت ہو تو وہ آپ کے لیے ملازمہ رکھ لیں اور ان کی بیویوں کو بھی حسب استطاعت کام کرنے کا کہہ سکتے ہیں، اور پھر اچھی بات کرنا بھی صدقہ ہے.

چہارم:

اس عورت اور اس كے خاندان والوں كے متعلق آپ ميں جو تبديلى آئى ہے وہ ايك طبعى چيز ہے، كيونكہ احسان كرنے والے كے ساتھ محبت پيدا ہونا اور برا سلوك كرنے والے كو ناپسنديدگى كى نگاہ سے ديكھنا ايك طبعى چيز ہے اور يہ خود بخود پيدا ہو جاتى ہے.

ليكن فضل و كرم والے لوگ اس كے پيچھے نہيں پڑ جاتے بلكہ وہ اس كے اثرات سے چھٹكارا حاصل كرنے كى كوشش كرتے ہيں، اور جو ان كے ساتھ برا سلوك كرے اس معافى و در گزر كى نگاہ سے ديكھتے ہيں.

اللہ سبحانہ و تعالى كا فرمان ہے:

اور برائى كا بدلہ اس جيسى برائى ہے، اور جو معاف كر دے اور اصلاح كر لے اس كا اجر اللہ كے ذمے ہے، يقينا بات يہى ہے كہ اللہ تعالى ظالموں سے محبت نہيں كرتا الشورى (40).

اگر انسان اپنے ساتھ برا سلوك كرنے والے كو معاف كر كے احسان كے مقام و مرتبہ تك پہنچ جائے تو اس كے ليے يہ اللہ جل جلالہ كى جانب سے بہت عظيم فضل و كرمكا باعث ہے.

اللہ سبحانہ و تعالى كا فرمان ہے:

نيكى اور برائى برابر نہيں ہو سكتى، برائى كو بھلائى سے دور كرو پھر وہى جس كے اور تمہارے درميان دشمنى ہے ايسا ہو جائيگا جيسا دل دوست، اور يہ بات تو صرف صبر كرنے والوں كو ہى حاصل ہوتى ہے، اور اسے سوائے بڑے نصيبے والوں كے كوئى نہيں پا سكتا، اور اگر شيطان كى طرف سے كوئى وسوسہ آئے تو اللہ كى پناہ طلب كرو، يقينا وہ بہت ہى سننے والا خوب جاننے والا ہے حم السجدۃ (34 - 35).

شيخ سعدى رحمہ اللہ كہتے ہيں:

" خاص احسان كا موقع بہت بڑا ہے، وہ يہ كہ جس نے آپ كے ساتھ برا سلوك كيا ہے اس كے ساتھ تم احسان كرو، اسى ليے اللہ تعالى نے فرمايا ہے:

" برائى كو اچھائى كے ساتھ دفع اور دور كرو "

يعنى جب مخلوق ميں سے آپ كے ساتھ كوئى شخص برا سلوك كرے، خاص كر وہ شخص جس كا آپ پر بہت بڑا حق ہے مثلا رشتہ دار اور دوست و احباب وغيرہ آپ كو برا كہيں يا آپ كے ساتھ كوئى برا فعل كريں تو آپ اس كے مقابلہ ميں اس كى ساتھ احسان كريں، اگر وہ شخص آپ سے قطع تعلقى كرتا ہے تو آپ اس سے صلہ رحمى كريں، اور اگر وہ آپ پر ظلم كرتا ہے تو آپ اسے معاف كر ديں، اور اگر وہ آپ كے خلاف باتيں كرتا ہے تو آپ اس كا بلد مت ليں بلكہ اسے معاف كر ديں، اور اس كے ساتھ نرم رويہ كے ساتھ بات چيت كريں.

اور اگر وہ آپ سے بائیکاٹ کرتا ہے اور آپ سے کلام نہیں کرتا تو آپ اس کے ساتھ پھر بھی اچھی بات کریں، اور اسے سلام کریں، اس لیے جب آپ برائی کے مقابلہ میں اچھائی اور نیکی کریں گے تو اس سے عظیم فائدہ حاصل ہوگا.

اسی لیے اللہ سبحانہ و تعالی نے فرمایا:

" تو وہ شخص جس کے اور آپ کے درمیان دشمنی ہے وہ دلی دوست بن جائیگا " یعنی وہ قریب اور شفقت کرنے والا بن جائیگا.

اور یہ خصلت صرف اسے ہی حاصل ہوتی ہے اس کی توفیق بھی اسے ہی ملتی ہے جو ناپسند اشیا کے حصول پر صبر سے کام لیتے ہیں، اور جو اپنے آپ کو اللہ تعالی کی محبوب اشیاء پر مجبور کر دیتے ہیں، کیونکہ نفوس میں طبعی طور پر برے سلوک کے بدلے میں برا سلوک کرنا ہی پایا جاتا ہے، اور معاف نہیں کرتے، تو پھر احسان کیسے کریں، اس لیے صبر سے کام لینے والوں میں ہی احسان پایا جائیگا.

چنانچہ جب انسان اپنے آپ کو صبر پر تیار کرتے ہوئے اللہ سبحانہ و تعالی کے حکم پر عمل کرے، اور اس کے عظیم اجروثواب کو کا علم حاصل کر لے، اور اسے معلوم ہو جائے کہ برا سلوک کرنے والے شخص کے ساتھ اسی طرح کا برا سلوک کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا، بلکہ اس سے بغض و عداوت اور نفرت و دشمنی میں اضافہ ہوتا ہے، اور ایسے شخص کے ساتھ حسن سلوک اور احسان کرنے سے اس کی عزت میں کمی واقع نہیں ہوگی، بلکہ تواضح و انکساری سے تو عزت میں اور اضافہ ہوتا ہے اگر اسے ان سب اشیاء کا علم ہو جائے تو اس کے لیے یہ معاملہ آسان ہو جائیگا، اور وہ اس پر عمل کرتے ہوئے لذت و حلاوت حاصل کریگا.

اور یہ چیز تو نصیبے والوں کو ہی حاصل ہوتی ہے.

کیونکہ یہ خصلت تو مخلوق میں سے خاص اشخاص کی ہے، جس کے ذریعہ بندہ دنیا و آخرت میں رفعت و بلندی حاصل کرتا ہے، جو مکارم اخلاق کی سب سے عظیم اور بڑی خصلتوں میں شامل ہوتی ہے " انتہی

دیکھیں: تفسیر السعدی (749).

اور صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" صدقہ کرنے سے مال میں کمی نہیں ہوتی، اور معافی و درگزر کرنے پر اللہ تعالی بندے کی عزت میں اضافہ کرتا ہے، اور جو کوئی بھی تواضع اختیار کرے اللہ تعالی اسے اور مقام و مرتبہ عطا کرتا ہے "

صحیح مسلم حدیث نمبر (2588).

ہم دعا گو ہیں کہ اللہ سبحانہ و تعالی آپ دونوں کے مابین اصلاح فرمائے، اور ہمیں سیدھی راہ دکھائے.

واللہ اعلم